

زلینجا کے بالے میں ایک بحث

مختصر پروفیس عبد الحفیظ صاحب

تفہیم القرآن کے صفحہ ۹۱۔ ۳۹۰ پر، یوسف زلینجا کے بالے میں لکھا ہے :

”گریجو ہمارے مل شہرت ہے کہ بعد میں اس عورت سے حضرت یوسف کا نکاح ہوا، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ قرآن میں اور نہ اسرائیلی تاریخ میں جیقیت یہ ہے کہ ایک بنی کے مرتبے سے یہ بات بہت فروذ رہے کہ وہ کسی الیسی عورت سے نکاح کرے جس کی بدھیجنی کا اُس کو ذاتی تحریر ہو جگہا ہو۔ قرآن مجید میں یہ قاعدة کلیہ ہے یہ بتایا گیا ہے کہ -

الْجَنِيَّاتُ لِلْجَنِيَّاتِ دَالْجَنِيَّاتُونَ لِلْجَنِيَّاتِ لِلْجَنِيَّاتِ وَالنِّسَاءُ دَالْطَّيِّبَاتُ عَوْرَتُمْ لِلْطَّيِّبَاتِ - بُری عورتیں بُرے مردوں کے لیے ہیں اور بُرے مرد، بُری عورتیں کے لیے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد، پاک عورتیں کے لیے۔“

سوال یہ ہے کہ زلینجا پر ”الْجَنِيَّاتُ لِلْجَنِيَّاتِ دَالْجَنِيَّاتُونَ لِلْجَنِيَّاتِ وَالنِّسَاءُ دَالْطَّيِّبَاتُ عَوْرَتُمْ لِلْطَّيِّبَاتِ“ کا اطلاق کیونکہ ہر سکتا ہے۔ جبکہ سورۃ یوسف کی آیات ۳۵، ۵۲، ۱۵ کی نو سے عالمائے امت کی ایک بڑی جماعت زلینجا کی توبہ کی قابل ہے۔

زلینجا پر ”الْجَنِيَّاتُ دَالْجَنِيَّاتُونَ لِلْجَنِيَّاتِ“ کو منطبق کرنے سے پہلے، اداۃ گناہ اور ارتکاب گناہ کا فرق محوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر چہ گناہ کا ارادہ زلینجا میں ختم الیکن دوسری جانب عفت و عصمت نبوت اور حفاظت الہیہ کی وجہ سے گناہ کا دفعہ نہ ہو سکا۔ اب دیکھیے گناہ کر کے توبہ کی توفیق مل جائے تو مجھی

معافی ہو جاتی ہے چہرے جملتے کہ ابھی گناہ کا دفعہ تو ہوا مجھی نہیں۔

غیری بات یہ ہے کہ اگر کسی کا مطیع نظر صرف ثبوت یا جنسی خواہشات ہی ہوں تو وہ اپنی خواہش کی تکمیل دوسرا کے افراد سے بھی کر سکتا ہے۔ مصر کی اُس وقت کی محدود سوسائٹی میں اس کے موقوف اور بھی زیادہ تھے۔ لیکن کہیں سے بھی یہ ثبوت نہیں ملتا کہ زیخت کے کسی اور سے اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیخت عام شہوت پرست اور جنسی خواہشات کی بھوکی نہ تھی۔ بلکہ یوسف علیہ السلام کے ماقول العادہ حسن سے مرغوب دعائیہ بوجگئی تھی۔ اس بے زیخت کو آئینیت للخَيْثِينَ کے نامے میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

پہلی بات یہ ہے کہ علمائے امت کی ایک کثیر تعداد، نہ زینجا کی توبہ کی نمائش ہے، وہ ان آیات کی بنیاد پر ہے، اندریں صورت زینجا پر احتجاج ہے۔ **لِلْخَيْثِينَ** کو منطبق کرنا کیونکہ درست ہو سکتا ہے؟ آئیے علی الترتیب ان نکات کا جائزیں بنیان کیا پر تفہیم القرآن کی ایک غارت کو باقی تنبیہ بنایا گیا ہے۔

(۱)

پہلی بات کہ علمائے امت کی ایک کثیر تعداد، نہ زینجا کی توبہ کی نمائش ہے، وہ ان آیات کی بنیاد پر ہے۔

ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخْنُهُ بِالْغَيْرِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَاسِنِينَ ه

وَمَا أَبْرِي نَفْسِي جِإِنَّ النَّفْسَ لَا مَاءَ تَهْ وَالسُّوْعَ الْأَمَادِ حَمْ رَبِّي فَإِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ -

(سورہ یوسف ۵۲ - ۵۳)

بوضرات، زینجا کی توبہ کے نائل ہیں وہ ان آیات کو زینجا کا قول سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ آیا یہ کلام یوسف ہے یا زینجا کا قول ہے۔ بنہوں نے اسے امراء العزیز کا کلام کہا ہے، ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیم کا فاعل کون ہے؟ عزیز مسے یا یوسف ؟ "یعلم" کا فاعل عزیز مصر بنانے والوں کے نزدیک ان آیات کا ترجیحہ ہوتا ہے۔

” یہ اس لیے کہتی ہوں کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پس پشت س کی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کی چالوں کو چلتے نہیں دیتا۔ اور میں اپنے نفس کو بُری نہیں ٹھہراتی۔ کیونکہ نفس تو بُرانی پر گاسایا ہی کرتا ہے بجز اس کے جس پر پردگار، رحم کرے۔ میرارت تو غفوہ در حیم ہے ”

” یہ اس لیے کہتی ہوں ”، کامشاہ الیہ اس سے پہلی آیت میں ہے:

أَنَّا سَأَوْدِّعُكُمْ عَنْ تَقْسِيمٍ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّدِّيقِينَ

(وہ میں ہی مختی جس نے اس کو بھسلانے کی کوشش کی تھی۔ بے شک وہ بالکن سچا ہے)۔

إن آیات کو کلام زلینا ماننے کے لیے درج ذیل نکات مانع ہیں ج

۱۔ ” یہ اس لیے کہتی ہوں کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے ” لیکن عزیز مصر پر تو شاہی دربار میں تحقیقات سے پہلے ہی ” شاہد ” کی شہادت کی وجہ سے یوسف کی بے گناہی ثابت ہو چکی۔ اور وہ اپنی بیگم کے قصور کا معترض بھی ہو چکا تھا۔

فَلَمَّا رَأَى فَتِيَّصَةً قَدْ مَرَتْ دُبُرُ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْرِكُنَّ

إِنْ كَيْدُكُنْ مَنْ تَظَيِّنْ ۝ ۵۰ يُوسُفَ أَعْرِصْ عَنْ هَذَا سَكِّتْ

وَسُتَّغِفِرِي لِذَنِيَّاتِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝ ۵۹ -

ز جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قیص پچھے پے پھٹا ہے تو اس نے کہا: ” یہ تم عورتوں کی چال کیا ہیں، واقعی بڑے غصب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔ یوسف اس معاملے سے درگذر کر کے اور اسے عورت! تو اپنے قصور کی معافی مانگ، تو ہی اصل میں خطا کا رکھی ”

اس لیے یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ یوسف کی سپاٹی کے اعتراف کی غایت یہ ہو کہ عزیز نہ
جان نے کہ امراۃ العزیز بالکل بے گناہ ہے، اس کی عدم موجودگی میں اس نے، اس کی خیانت نہیں کی۔
یہ تو بالکل بے جوڑ بات معلوم ہوتی ہے۔ اپنی بیوی کے مکروہ فریب سے واقف خاوند کے سامنے،
بیوی کی بہات و صفائی کی کیا وقعت ہے؟ یوسف کی صداقت کا اعتراف کرنے سے زلینگا کے اپنے

افعال کی شناخت کیسے کم ہوتی ہے؟

۲۔ یوسف کی پاک دامانی کوئی دھکی چھپی حقیقت تو نہیں رہ گئی تھی، جس کا انکشاف پہلی بار دربار شاہی میں ہوا۔ بیکھراتِ مصر کے سامنے امراء العزیز نے پر کہا تھا،

وَلَقَدْ سَأَدَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَأَسْتَعْصِمُ ط

(ابے شک میں نے اُسے ریجا نے کی کوشش کی تھی، مگر یہ پر نکلا)۔

یہاں "راودتہ" (میں نے اُسے ریجا نے کی کوشش کی) کا اعتراف، ندامت و شرمساری کی وجہ سے نہیں کر رہی ہے بلکہ یہ زنانِ مصر کے طعنوں کے جواب میں کہتی ہے کہ:

"دیکھ لیا! یہ بے وہ شخص جس کے مقابلے میں تم مجھ پر بائیں بناتی تھیں۔"

یعنی اس کو چھپلانے، ریجا نے اور اس پر ڈور سے ڈالنے پر میں حق بجا نہ ہوں، کیا ہوا اگر یہ غلام ہے، جو ان رعنایتو ہے۔

شاہی دربار میں بھی وہ بھی لفظ "راودتہ" استعمال کر رہی ہے۔ یہاں بھی وہ یہ کہتی ہوئی نadam و شرمسار نہیں ہے۔ یہاں تو وہ اس وجہ سے یہ بتا رہی ہے:

قالت امرأة العزيرى يز المحن حصص الحق - ۵۱

(عزیز کی بیوی بول اٹھی، اب تو پر کھل چکا ہے)

یوسف کی سچائی کو وہ اب حق کھل چکنے کی وجہ سے بیان کرنے پر مجبور تھی۔ ایک تو بیکھراتِ مصر کی گو اہمی کی وجہ سے:

قلن حاشى اللہ ما علمتنا عليه من سواعر - ۵۲

(سب نے کیک زبان ہو کر کہا، "حاشا اللہ، ہم نے تو اس میں بدی کا شائبہ تک نہ پایا)۔

دوسرے بادشاہ کی اپنی تفتیش کی وجہ سے، جس پر قرآن کے یہ الفاظ روشنی ڈال رہے ہیں:-

قال ما خطبکن اذ اس او دتن یوسف عن نفیسه ط

(تمہارا کیا بتخر ہے اس وقت کا عجب تم نے یوسف کو ریجا نے کی کوشش کی تھی)

اب اگر وہ یوسف کی پاک دامانی تسلیم نہ بھی کرتی تو اس کی وقعت کیا ہوتی؟

ایسے لگتا ہے اس مخلوط مصري سوسائٹی میں ڈور سے ڈالنا ہچھلانا یعنی HOOKING اور

CHASING کوئی جرأتی عمل یا معمیوب عمل منفیت نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یہ ایک معمول کافن بن گیا تھا۔ بیگمات مصر نے زلینگا کو یہ طعنہ نہیں دیا تھا کہ وہ ڈور سے کبیوں ڈال رہی ہے، بلکہ اعتراض ہے تھا کہ نوجوان غلام کے سچے فرضیہ کیوں ہو رہی ہے، کسی صاحبِ حیثیت، اعلیٰ خاندان کے شہزادے سے پر فریستہ ہوتی۔ اس لیے ”راودتہ“ کہتے ہوئے اُس نے تو عورتوں کی بجد محفوظ میں شرم محسوس کی اور نہ در بار شاہی میں۔

۳۔ ”میں نے پس پشت اُس اعزیز مصر کی خیانت نہیں کی۔ حماہ دہلپنے خاوند کی عدم موجودگی میں (بالغیب) دعوت گناہ دیکھ خیانت کی مرتبہ بوجکی مخفی۔ یہ دعوت گناہ کی خیانت ایک بار نہیں، دوسری بار شہر کی عورتوں کے سامنے کی۔ گناہ کی دعوت بھی نہیں، انکار دعوت پر قید کی دھمکی بھی مخفی۔ یعنی حکماً تُہائی کے لیے کہا جا رہے ہیں：“

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ هَا أَمْرًا لَّيَسْجُنْ وَلَيَكُوْثَا مِنَ الْقُصْخِينَ ۝۲-

(اگر یہ میرا کہا رہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل دخواہ ہو گا)۔

یہ نہ عصمتِ نہوت کا کمال ہے کہ یوسف، ملوٹ نہ ہوئے درہ زلینگا نے تو اپنے آپ کو دعوتِ عیش کے لیے پیش کر رہی دیا تھا۔ اس میں زلینگا کا ”خیانت“ نہ کرنے کا فعل اپنی طرف منسوب کرنا چہ معنی دارد؟ پہلے یوسف کے بارے میں زلینگا نے کہا: وَإِنَّهُ لِمَنِ الْمُصْدِقِينَ (بے شک وہ بالکل سچا ہے) اور اب وہ اپنے بارے میں فرماتی ہیں: أَنِّي لَمَّا أَخْتَهُ بالغیب (میں نے پس پشت — اعزیز مصر کی خیانت نہیں کی)۔ اگر سچائی کا فاعل یوں ہے تو خیانت نہ کرنے کا فاعل بھی یوسف ہو ہونا چاہیے تھا نہ کہ زلینگا۔ اور میں اپنے نفس کو تُہری نہیں مٹھبراقی، حالانکہ ”خیانت نہ کرنے کا فعل“ اپنی طرف منسوب کر کے وہ اپنے نفس کو بری مٹھبرارہی ہے۔ پہلے زلینگا انسا اودتہ عن نفس، (وہ بھی بھی مخفی جس نے اُس کو حصہ کی کوشش کی مخفی) کہہ کر اپنی خیانت اور گناہ کا اقرار کر رہی ہے۔ درمیان میں اُنی تھا خدا

بالغیب (میں نے پس پشت اُس کی خیانت نہیں کی)، کہہ کر اپنے گناہ کا انکار کر رہی ہے۔ مچھر آگے دُما بڑی نفسی ”کہہ کر اپنے نفس کو بہری نہیں مٹھبرارہی۔ یعنی ایک بھی سانس میں اقرار، انکار اور بھر اقرار۔ کم اذکم قرآن کا اجمالی کمال و جمال ایسی بے جوڑ باتوں سے عاری ہے۔

قرآن نہ لینے سے تضاد کا بالکل روادا رہنیں ہے۔ یہ التباس نہ یہ غور اقتباس کو قبول نہیں کیا مانتے ہیں کی وجہ سے پیش آ رہے ہے۔

۳۔ — اگر ”یعلم“ کا مرجع حضرت یوسف علیہ السلام کو مانا جائے تو آیت ۵۲ کا ترجمہ ہو گا:

” یہ اس لیے کہتی ہوں کہ (یوسف) کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پس پشت اُس کی خیانت نہیں کی اور اُنہوں نے خیانت کرنے والوں کی چالوں کو چلنے نہیں دیتا۔“
 یہاں یوسف کی خیانت کے کیا معنی؟ کیا صداقت یوسف کا اعتراف نہ کرنا خیانت ہوتی ہے کیا عصمت یوسف کا اعتراف نہ کرنا خیانت ہوتی؟ ایسا تو بیگم فو طیفار ذکر سکتی تھی، کیونکہ اُس کے اپنے قول ”خصوص المعنی“ (حق مصلح پہلا تھا) عزیزہ مصر خود، یوسف کی بے گناہی کا قاتل ہو جکا تھا۔ بیگماتِ مصر اس کی گواہی دے چکی تھیں۔ خود بادشاہ، خلافت سے واقف ہو چکا تھا اور تو اور زلیخا خود زنانِ مصر کو دی گئی دعوت میں ”فاستعصم“ (مگر یہ پیغام نکلا) کہہ چکی تھی۔ اب وہ کہ میں سے اس حقیقت کا انکار کرتی ہے؟

اُن دلائل کی رو سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سورہ یوسف کی آیات ۵۲-۳۵ کو قبول امراء العربیہ ماننا نمکن ہے۔ جب یہ قول نہیں کیا تو بھر ترہ بے زلیخا کی بنا کو نسی رہ گئی؟ نہ یہ بعث آیات قول یوسف ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں اور سیاق و سبق میں کوئی بھول نظر نہیں آتا۔

ملاظہ ہو:

(یوسف نے کہا): ” اس سے میری غرض یہ تھی کہ دعیہ یہ، بہ جان لے کہ میں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں اُن کی چالوں کو اُنہوں کا میالی کی لڑد پہنچیں لگان۔ میں کچھ اپنے نفس کی براہت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو باری پر اُکتا ہی سے الٰہ یہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو، بے شک میرا رب بڑے اغفور دیتیم ہے۔“

” اس سے میری غرض“ (ذلک) کا مشاہد الیہ، تحقیقات کا وہ مطالبہ ہے جو حضرت یوسف نے ان الفاظ میں کیا تھا:

مگر جب شاہی فرستادہ یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا،

”اپنے رب کے پاس واپس جا اور اُس سے پوچھ کر اُن عورتوں کا کیا معاملہ ہے، جنہوں نے اپنے اختر کا شبلے مختے؟ میرا رب توران کی مکاری سے واقف ہی ہے۔“
(آیت ۵۰۔)

اس اقتباس کو یوسف کا حکام نہ نے پہ ابک اعتراف یہ کیا جاتا ہے کہ یوسف تو ابھی بادشاہ کے پاس پہنچے ہی نہیں تھے۔ پھر یہ بات انہوں نے، اُس کے سامنے کیسے کردی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عدالتی تحقیقات کا مطالبہ، یوسف نے بال مشافہ بادشاہ سے نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے بھیجے ہوئے پیغام ہے کہ ذریحے کیا تھا۔ اور پیغام لانے والا بھی وہ جو یوسف کے جیل کا سامنی تھا۔ اس کے دوبارہ جیل میں یوسف کے پاس جا کر تحقیقات کے نتائج بتانے پہ یوسف کے لیے اس عدالتی تحقیقات کی غرض و غایبیت بیان کرنا ضروری تھا تاکہ اُس پیام کو اور اُس کے ذریحے لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ یعنی یوسف کسی اخلاقی جرم کی بنا پر جیل نہیں والے گئے تھے۔ یعنی یوسف نے یہ بات بادشاہ سے نہیں پیامی سے کہی تھی۔

دوسرے اعتراف اس پر یہ کیا جا سکتا ہے کہ جب عزیز مصر پر واضح ہو چکا تھا، یوسف بگنا ہے اور اصل قصور، اُس کی بیوی کا ہے تو دوبارہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ:

”در عزیز، یہ جان لے کر میں نے در پرده اُس کی خبریت نہیں کی تھی.....“

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت یوسف کی بے گناہی ثابت ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود جیل میں ڈال کر دامنِ نبوت کو داغدا رکرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ نبوت کے کام کے لیے ضروری تھا کہ یوسف بالکل بے داغ ہو کر لوگوں کے سامنے آئیں اور یہ کام عدالتی تحقیق کے بغیر ہونہیں سکتا تھا۔

یہ تو تھی پہلے اعتراف کی حقیقت کہ زلینگا تائب ہو چکی تھی لہذا وہ ”الْحَيْثَاتِ الْخَبِيرَاتِ“ کے زمرے میں کیسے شامل ہو سکتی ہے؟

(۳)

آیے دیکھتے ہیں دوسرے اعتراف کو کہ زلینگا پر ”الْحَيْثَاتِ الْخَبِيرَاتِ“ کو منطبق کرنے سے پہلے ارادہ گناہ اور ارتکاب گناہ میں فرق میتوڑ رکھنا ضروری ہے۔

زلینگا کے ہانگناہ کا ارادہ ہی نہ تھا، بلکہ اس نے جو سے مقصد کے حصول کے لیے عمل بھی شروع کر دیا تھا۔ لیکن یہ پا یہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ گناہ کے ارادے اور ارتکاب میں صرف، دونوں طرف ہی نہیں ہیں۔ ران کے درمیان کی کڑی یاں بھی پیشِ نظر کھیلے۔ ارادہ یا نیت تو عمل کی بنیاد اور سحر کے ہو اکرتا ہے۔ آبیٹے ویکھتے ہیں، زلینگا نے صرف ارادہ گناہ کیا تھا یا اس کی تکمیل کرنے لیے کچھ اعمال و افعال بھی ”پھسلادٹ میں برابر لگی رہی“، زما ارادہ نہیں تھا، یہ ایک عمل تھا اور اس کا محیک گناہ کا ارادہ تھا۔ ”سب دروازوں کو اچھی طرح بند کر دیا“ یہ ارادہ نہیں بلکہ اس کی تکمیل کے لیے ایک عمل تھا۔ ”اور بولی آؤ، اپنا کام کرو“، مخفف ارادہ تھا؟ نہیں، دعوت گناہ کے لیے بلا وفا تھا اور یہ بلانا خود ایک عمل گناہ ہے۔ ”وہ اس کی طرف بڑھی“۔ اور یہ غیر مرد کی طرف بُرے ارادے سے بڑھنا کیا صرف ارادہ تھا؟ نہیں یہ بُرے مقصد کی تکمیل کے لیے سعی و جہد تھی اور یہ کوشش بجائے خود فعل قبیع ہے۔

امام راغب، مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:-

الغَبْثُ وَ الْخَيْثُ: ہر وہ چیز جو رُدی اور خسیں ہونے کی وجہ سے بُری معلوم ہو۔
خراء وہ چیز محسوسات سے ہو یا معقولات (معینی عقاید و خیالات) سے تعلق رکھتی ہو۔

الْجَنِيَّاتُ وَالْخَيْثَيْنُ کی تشریع میں لکھتے ہیں،

”معینی افعال قبیحہ اور آوارہ کام، یہ بد باطن اور آوارہ لوگ ہی کرتے ہیں۔“

آپ نے دیکھا کہ خباثت کا اطلاق صرف گناہ کی انتہا، ہی پر نہیں ہوتا بلکہ گناہ کے محکم ارادے، خیال اور اس تک پہنچنے والے افعال پر بھی ہوتا ہے۔ ”ذرے ڈالنے“ سے لے کر ”اس کی طرف بڑھنے تک کے مارچ میں خباثت نہیں تھی، قباحت نہیں تھی؟ ”راودتہ“ سے لے کر ”ولقد همت پہ“ تک خباثت ہی خباثت اور قباحت ہی قباحت ہے۔

قرآن نے تو امراء العزیز کی دعوت گناہ کے فعل کو بادی اور فحاشی سے تحریر کیا ہے اور چندہ سوال سے اس کی تلاوت و تفسیر ہو رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس فعل منکر کو شوہ اور فحشاء کہہ رہا ہے تو آج اگر اس کی روشنی میں کوئی **الْجَنِيَّاتُ وَالْخَيْثَيْنُ**.....“ کا اصول قرآنی یاد دلادے تو کیا مصلحت ہے؟

كَنْ لِكَ لِنَسِيفَ عَنْهُ السُّوَادُ وَ الْفَحْشَاءُ

(ابساہوا، تاکہ ہم رویسف) سے بدی اور بے حیائی دُور کر دیں)۔

یہ بات کہ زیلخا کو گناہ سے توبہ کی توفیق مل گئی تھی۔ اس کی قرآن سے تائید نہیں ہوتی بلکہ وہ اُس گناہ پر اصرار کی تصور پیش کرتا ہے۔ قریبیہ کی گاہی اپنی بیوی کے خلاف پڑتے دیکھ کر عزیزیہ مصراً سے کہتا ہے۔

”..... اور لے عورت ! تو اپنے فصور کی معانی مانگ ، توہ میں اصل میں خطا کا تھی۔“

ہونا نوریہ چاہیے تھا کہ امراء العزیزہ اپنی خطاؤ کی معانی مانگتی لیکن بیگانات مصرا کے سامنے

پوری ڈھنڈائی سے بولی :

”اگر یہ میرا کہنا نہ ملے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل دخواہ ہو گا۔“

اگر زیلخا تائب ہو گئی تھی تو پھر قرآن کے ذریعے اُس کے بُرے افعال کا یوں ہر چاکیوں؟

(۳)

اپ آئیتے تیسری بات کی طرف کہ ”زیلخا عام شہوت پرست اور جنسی خواہشات کی بھجوگی نہ تھی۔“ یہ نبھولیے کہ زیلخا شادی شدہ تھی، شوہر دار تھی۔ وہ فطیفار کی بیوی، عزیزیہ مصرا کی بیگم تھی۔ رویسف کے ماقبل الحادہ حسن سے مرحوب و ممتاز ہونا اُس کے بیٹے مغذرات نہیں بلکہ یہ نو اُس کے گناہ کی شناخت اور شدت میں اور اصناف کر دیتا ہے۔ اپنی جنسی شہوت بمحال نے کے لیے اُس کے پاس جائز ذریعہ موجود تھا۔ اپنے شوہر کے علاوہ، جنسی خواہش کا اظہار، اُس کے شہوت پرست اور جنسی خواہشات کی بھجوگی ہونے کے لیے کتنا واضح اور بین شہوت ہے ”رویسف کے علاوہ“ نہیں، ”شوہر کے علاوہ“، اپنی جنسی آگ سمجھانے کے لیے کسی کو طلب کرنا کیا خیانت نہیں، فحاشتی نہیں، بدی نہیں؟

(۴)

چودھتی دلیل کہ علمائے امت کی ایک کثیر تعداد، رویسف اور زیلخا کی نزدیکی کی قائل ہے، اس لیے نبی کی بیوی کی حیثیت سے وہ **الْحَمِيَّةُ لِلْحَمِيَّةِ** میں قطعاً شامل نہیں کی جاسکتی۔

اصل بات تو یہی ہے جس کے دفاع کے لیے تو یہ زلیخا کے لیے تاویلیں دی جائیں ہیں۔ بات علمائے امت کی نہیں، علمائے امت کے علم کی ہے اور علم کے ذرائع اور آخذہ ہیں۔ یہ آخذہ اور ذرائع قرآن، حدیث، تاریخ کے علاوہ کتب سابقہ ہیں۔ لیکن ان میں کہیں بھی یوسف، زلیخا کی تزدیع کا ذکر نہیں۔ غلط فہمی کی بنیاد پر اگر علمائے امت نے ایک غلط بات لکھ دی ہے تو کیا اُس بات کو علماء کے تقدیس کی وجہ سے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

۱۴۰-۱۰۹

علماء منصور پوری، اس تزدیع کے افسانے کی حقیقت بیان کرنے ہیں۔ المجال والکمال ص

”لوگوں نے بنایا ہے کہ پھر یہ حکومت اذ سر نوجوان بنائی گئی۔ پھر یوسف صدیق کے نکاح میں آگئی مخفی۔ مگر اس امر کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت اسلامی یا اسرائیلی موجود نہیں ہے۔

فخر رازی نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ یہی امراۃ العزیز، حضرت یوسف کے دونوں فرزندوں متنبیم و فرائیم کی والدہ ہے لیکن نورات سے اس قبیس کی تردید ہوتی ہے۔ کتاب پیدائش اہم باب ۵۲۵ درس میں تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شہزادوں کے کامن مسمی فوطی فرع کی دختر مساة آس نامخز سے نکاح کیا تھا اور مذکورہ بالا ہردو پسروں کے بطن سے ہیں۔ ہمارے علمائے بزرگ کو غائب اس لیے مغالطہ ہوا کہ العزیز کا نام فوطی فارمختا اور اس کامن کا نام فوطی فرع مختصر ہے اور دونوں نام بہت زیادہ مشتبہ الصوت ہیں۔

لیکن جب مورخ غور کرے گا تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں کی شخصیت میں بہت بڑا فرق ہے۔

فوطی فرع کامن مختال یعنی امام مذهب، اس کی دختر کنوواری مخفی۔ اس کا نام آنسا تھا مختا۔ فوطی فار، فرعون کے جلوہزادوں کا سردار تھا۔ اس کی عورت بیوہ یا مطلقة ہو سکتی ہے اس کا نام لوگوں نے زلیخا یا اسیل بتایا ہے۔ پھر یہ دونوں عورتیں ایک کیونکہ سمجھی جاسکتی ہیں۔ استدلال بالا کے بعد جو تاریخی ہے اور بائبل کی تصدیق سے معتبر ہے، ہم پچھی لکھ دیا چاہتے ہیں کہ ”الظیبات للظیپتین اور الخیثیثت للخیثیثین“ کا

اصول ایسا نہ بر دست ہے جو ناممکن مطہر اتا ہے کہ کسی نبی یا رسول کے پہلو میں ایسی عورت پائی جائے جو حیا با غشہ ہو۔

امراة لوط اور امراة نوح بھی ہم کو یاد میں۔ ان دونوں کی خیانت کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے بیکے والوں کو اور اپنی قوم کو اپنے اپنے شہر کے خلاف مدد دی تھی۔ لیکن ان دونوں عورتوں کی عصمت کے خلاف تو کسی روایت میں ایک حرف بھی موجود نہیں۔

اسی کی تائید صاحب تفہیم القرآن سید مودودیؒ کی اس تحریر سے ہوتی ہے:-

”رہاز لینگا سے حضرت یوسفؐ کا نکاح تو اس افسانے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ باہمیل اور تلمود میں فو طیفارع کی بیٹی آستناختہ سے اُن کے نکاح کی روایت بیان کی گئی ہے اور زلینگا کے شوہر کا نام فو طیفار ندا۔ یہ چیزیں اسرائیلی روایات سے نقل درنقل ہوتی ہوئی مفسرین تک پہنچیں اور جیسا کہ زبانی انواہوں کا قاعدہ ہے، فو طیفار عیasanی فو طیفار بن گیا، عیانی کی جگہ یوسوی کو مل گئی اور یوسوی لامالہ زلینگا ہی تھی۔ لہذا اس سے حضرت یوسفؐ کا نکاح کرنے کے لیے فو طیفار کو مار دیا گیا اور اس طرح ”یوسف زلینگا“ کی تصنیف مکمل ہو گئی۔ (تفہیم القرآن - جلد دوم صفحہ ۳۲۳)